حدیث مصراۃ

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ .

''(خریدار کو دھوکا دینے کے لیے) اونٹنیوں اور بکریوں کا دودھ نہ روکیں، جو ایسا جانور خرید لے، وہ دو باتوں میں سے ایک کا اختیار رکھتا ہے، چاہے تو اسے اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو مالک کو واپس کر دے، ساتھ کھجوروں کا ایک صاع بھی دے۔''

(صحیح البخاري : ٢١٤٨، صحیح مسلم : ١٥٢٤)

❀ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

مَنِ ابْتَاعَ شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ فِيهَا بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا، وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، لَا سَمْرَاءَ .

''جو دودھ روکی ہوئی بکری خرید لے، وہ تین دن تک (واپس کرنے کا) اختیار رکھتا ہے اور اگر اس نے بکری واپس کرنی ہو، تو اس کے ساتھ ایک کھجور کا صاع بھی دے، نہ کہ گندم کا۔''

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (٤٦٣ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُجْتَمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَثُبُوتِهٖ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ .

''اس حدیث کی صحت اور ثبوت پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : ٢٠٨/١٨)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا مِنْهُمْ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

”ہمارے اصحاب امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کے یہاں اسی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ١٢٥٢)

❁ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُّصَرَّاةً أَوْ نَاقَةً، ...... فَهُوَ مِنْهَا بِآخِرِ النَّظَرَيْنِ، إِذَا هُوَ حَلَبَ إِنْ رَدَّهَا، رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ .

”جو ایسی بکری یا اونٹنی خریدے، جس کا دودھ روک لیا گیا، اس کا دودھ دوہنے کے بعد اس کے پاس دو اختیار ہیں۔ اگر تو اس نے وہ واپس کرنی ہو، تب وہ اس کے ساتھ ایک صاع طعام (کھجور) بھی مالک کو دے گا۔“

(مسند الإمام أحمد : ١٨٨١٩، وسندهٗ صحيحٌ)

نوٹ:

مُصَرَّاةٌ سے مراد وہ جانور ہے، جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک دیا گیا ہو۔

یاد رہے کہ اگر کوئی بکری یا اونٹنی وغیرہ کو بیچنے کے ارادے سے خریدار کو دودھ زیادہ باور کروانے کے لیے ایک دو دن تھنوں میں دودھ روکے رکھے، تو یہ کام ناجائز و حرام اور دھوکا ہے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (٧٠٢ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ التَّصْرِيَةَ حَرَامٌ .

''جانور کے تھنوں میں دودھ روکنے کی حرمت پر کوئی اختلاف نہیں۔''

(إحكام الأحكام : ١١٢/٢)

یہ اقدام اس جانور کو عیب دار بنا دیتا ہے، اگر کوئی غلطی سے ایسا جانور خرید لے اور بعد میں اسے جانور کا وہ عیب پتہ چل جائے، تو شریعت نے اسے اجازت دی ہے کہ تین کے اندر اندر لوٹا سکتا ہے۔ لیکن جب جانور واپس کرے گا، تو جو دودھ پیا ہے، اس کے عوض ایک صاع (دو سیر چار چھٹانک) کھجور دے گا۔

حدیث مصراۃ اور اہل الرائے:

آپ پڑھ آئے ہیں کہ اس کی سند صحیح اور متواتر ہے، ائمہ حدیث و نقل نے اس پر اجماع کیا ہے۔ لیکن اہل الرائے اس حدیث کو خلاف قیاس قرار دے کر رد کرتے ہیں۔

اس حدیث پر انہوں نے مختلف اعتراضات بھی وارد کر رکھے ہیں۔ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے ''عارضۃ الاحوذی'' میں اس حدیث پر وارد آٹھ اعتراضات کے مسکت اور تسلی بخش جوابات دیے ہیں۔ اب یہاں وہ اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ کیجئے:

اعتراض نمبر ا:

کتب اہل الرائے میں لکھا ہے کہ حدیثِ مصراۃ میں جو ایک صاع کھجوروں کا ادا کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے، اس کے اور دودھ کے درمیان کوئی توازن نہیں، یوں یہ حدیث یہ قیاس کے خلاف ہے اور راوئ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ ہیں:

عَلٰى هٰذَا تَرَكَ أَصْحَابُنَا رِوَايَةَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي مَسْأَلَةِ الْمُصَرَّاةِ بِالْقِيَاسِ .

''اس بنا پر ہمارے اصحاب نے مسئلہ مصراۃ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔''

(نور الأنوار : ١٨٣، أصول الشّاشي : ٧٥)

جواب:

① حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مسئلہ مصراۃ میں نص ہے اور نص کو ٹھکرانا کسی طور بھی جائز نہیں اور نص کے مقابلہ میں قیاس کو لانا تو اس سے بھی زیادہ قبیح حرکت ہے۔

۞ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

أَوَّلُ مَنْ قَاسَ إِبْلِيسُ.

''(نص کے مقابلہ میں) سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٨٦/١٤، وسندهٗ حسنٌ)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تین دن کے اندر اندر جانور واپس کرے اور جتنا دودھ بھی پی لیا ہے، اس کے بدلے ایک صاع کھجور ادا کرے۔ اب آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مقابلہ میں قیاس کھڑا کرنا تعجب خیز ہے۔

۞ علامہ انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

هٰذَا الْجَوَابُ بَاطِلٌ لَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ.

''یہ جواب باطل اور ناقابلِ التفات ہے۔''

(فيض الباري : ٢٣/٣)

۞ نیز کہتے ہیں:

أَمَّا مَا ذَكَرَ صَاحِبُ الْمَنَارِ وَغَيْرُهٗ مِنْ أَنَّ حَدِيثَ الْمُصَرَّاةِ يَرْوِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ وَهُوَ غَيْرُ فَقِيهٍ، وَرِوَايَةُ الَّذِي لَيْسَ بِفَقِيهٍ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ إِذَا كَانَتْ خِلَافَ الْقِيَاسِ، وَالْقِيَاسُ يَقْتَضِي بِالْفَرْقِ بَيْنَ اللَّبَنِ الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ، وَلَبَنِ النَّاقَةِ أَوِ الشَّاةِ أَوِ الْبَقَرَةِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْأَقْيِسَةِ، فَأَقُولُ : إِنَّ مِثْلَ هٰذَا قَابِلُ الْإِسْقَاطِ مِنَ الْكُتُبِ

فَإِنَّهٗ لَا يَقُولُ بِهٖ عَالِمٌ وَّأَيْضًا هٰذِهِ الضَّابِطَةُ لَمْ تَرِدْ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ .

''یہ جو صاحب منار وغیرہ نے کہا ہے کہ حدیث مصراۃ جس کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، وہ غیر فقیہ ہیں اور غیر فقیہ کی روایت قیاس کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہوسکتی، قیاس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے اور زیادہ دودھ کے درمیان فرق کیا جائے گا، اسی طرح بکری، اونٹنی اور گائے وغیرہ کے دودھ میں بھی فرق کیا جائے گا اور اس طرح کے دیگر قیاس ذکر کئے جاتے ہیں۔ میں (انور شاہ) کہتا ہوں: ایسی باتوں کو کتابوں سے نکال دینا چاہئے، کیونکہ ایسی بات ایک عالم کہہ ہی نہیں سکتا، اسی طرح یہ قاعدہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ سے منقول بھی نہیں ہے۔''

(العَرف الشّذي : ٣٣/٣)

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جس نے حدیث پر اس بنا پر طعن کیا کہ اس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے، لہٰذا قیاس کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابلِ عمل ہے۔

هُوَ كَلَامٌ آذٰى قَائِلُهٗ بِهٖ نَفْسَهٗ .

اس نے یہ بات کہہ کر اپنا ہی نقصان کیا ہے۔''

(فتح الباري : ٣٦٤/٤)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

قُلْتُ : اَلْمُعْتَزِلَةُ تَقُوْلُ : لَوْ أَنَّ الْمُحَدِّثِيْنَ تَرَكُوا أَلفَ حَدِيْثٍ فِي الصِّفَاتِ وَالْأَسْمَاءِ وَالرُّؤْيَةِ وَالنُّزُولِ، لَأَصَابُوا، وَالْقَدَرِيَّةُ

تَقُوْلُ : لَوْ أَنَّهُم تَرَكُوا سَبْعِيْنَ حَدِيْثاً فِي إِثْبَاتِ الْقَدَرِ، وَالرَّافِضَةُ تَقُوْلُ : لَوْ أَنَّ الْجُمْهُوْرَ تَرَكُوا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الَّتِي يَدَّعُونَ صِحَّتَهَا أَلْفَ حَدِيْثٍ، لَأَصَابُوا، وَكَثِيْرٌ مِّنْ ذَوِي الرَّأْيِ يَرُدُّوْنَ أَحَادِيْثَ شَافَهَ بِهَا الْحَافِظُ الْمُفْتِي الْمُجْتَهِدُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَزْعُمُوْنَ أَنَّهٗ مَا كَانَ فَقِيْهًا، وَيَأْتُونَنَا بِأَحَادِيْثَ سَاقِطَةٍ، أَوْ لَا يُعْرَفُ لَهَا إِسْنَادٌ أَصْلًا مُحْتَجِّينَ بِهَا، قُلْنَا : وَلِلْكُلِّ مَوْقِفٌ بَيْنَ يَدِي اللّٰهِ تَعَالٰى يَا سُبْحَانَ اللّٰهِ أَحَادِيْثُ رُؤْيَةِ اللّٰهِ فِي الْآخِرَةِ مُتَوَاتِرَةٌ، وَالْقُرْآنُ مُصَدِّقٌ لَهَا، فَأَيْنَ الْإِنْصَافُ؟

''معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر محدثین اسماء وصفات، رؤیت اور نزولِ باری تعالیٰ کے بارے میں ایک ہزار احادیث چھوڑ دیتے، تو درست کرتے۔ قدریہ کہتے ہیں کہ اگر محدثین اثباتِ قدر کے بارے میں مروی ستر احادیث چھوڑ دیتے، تو اچھا کرتے۔ روافض کہتے ہیں کہ اگر جمہور وہ ہزار حدیث چھوڑ دیں، جن کی صحت کے وہ دعوے دار ہیں، تو اچھا کریں گے۔ اکثر اہل الرائے ایسی احادیث کو بیان کرتے ہیں، جن کو حافظ، مفتی، مجتہد امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بلا واسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، پھر کہتے ہیں کہ وہ فقیہ نہیں تھے اور خود دلیل کے طور پر من گھڑت احادیث یا بلا سند روایات پیش کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے، آخرت میں رؤیتِ باری تعالیٰ کی احادیث تو متواتر ہیں اور قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے، (ان کا

انکار کرنے میں) انصاف کہاں ہے؟''

(سير أعلام النُّبلاء للذّهبي : ١٠/٤٥٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کرامت:

قاضی ابوطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم جامع منصور میں ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک خراسانی نوجوان آیا، اس نے جانور کے تھنوں میں دودھ روکنے کے مسئلے میں سوال کیا، تو ایک محدث نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث پیش کی۔ اس پر وہ خبیث بولا: ابو ہریرہ کی حدیث قبول نہیں۔

اس نوجوان نے ابھی اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ جامع مسجد کی چھت سے ایک بہت بڑا سانپ گرا، لوگ بھاگنے لگے اور وہ نوجوان بھی اس سانپ کے آگے دوڑنے لگا، بعد میں یہ سانپ غائب ہو گیا۔

(المُنتظم لابن الجوزي : ١٧/١٠٦، وسندهٗ صحيحٌ)

③ **عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے موافق ہے:**

مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا، فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ .

''جو شخص دودھ روکی ہوئی بکری خریدلے اور پھر اسے واپس کرنا چاہے، تو وہ اس کے ساتھ کھجوروں کا ایک صاع بھی دے۔''

(صحيح البخاري : ٢١٤٩)

مولانا محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں:

''مصراۃ کی حدیث کا جو جواب صاحبِ نور الانوار دیتے ہیں، وہ ہرگز درست نہیں، کیونکہ اگر ابو ہریرہ غیر فقیہ تسلیم کر لیے جائیں، تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی روایت جس کو بخاری نے تخریج کیا ہے، اس کا کیا جواب ہوگا؟''

(تقاریر شیخ الہند:۱۴۳)

علامہ انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

مَنْ يَّجْتَرِىءُ عَلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ فيَقُولُ : إِنَّهٗ كَانَ غَيْرُ فَقِيهٍ؟ وَلَوْ سَلَّمْنَا، فَقَدْ يَرْوِيهِ أَفْقَهُهُمْ، أَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ أَيْضًا، فَيَعُودُ الْمَحْذُورُ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنے کی جسارت کون کرسکتا ہے؟ اگر ہم انہیں غیر فقیہ تسلیم کر بھی لیں، تو صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسے بیان کیا ہے، لہٰذا اعتراض پھر لوٹ آیا۔''

(فيض الباري : ۲۳۱/۳)

اعتراض نمبر۲:

مولانا حسین احمد مدنی صاحب کہتے ہیں:

'' آپ کا یہ فیصلہ بطورِ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ ایک جزئی واقعہ میں آپ نے اسے فرمایا تھا، راوی نے روایت بالمعنی کے طور پر اسے قاعدہ کلیہ بنالیا، بہرحال چوں کہ روایتِ مصراۃ قواعدِ کلیہ کے خلاف ہے۔۔۔۔''

(تقریر ترمذی، ص۶۷۸)

جواب:

یہ سخت مغالطہ ہے، جس سے کوئی بھی شخص شریعت اسلامیہ کو مشکوک قرار دے سکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مَنِ اشْتَرٰى شَاةً میں مَنْ عموم کے لیے ہے اور یہ حکم کلی طور پر عام ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی بھی اس بات کی عکاسی کرتا ہے۔

۞ علامہ ابن حزم (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

قَالُوا : هُوَ مُخَالِفٌ لِلْأُصُولِ؟ فَقُلْنَا : كَذَبْتُمْ، بَلْ هُوَ أَصْلٌ مِنْ كِبَارِ الْأُصُولِ، وَإِنَّمَا الْمُخَالِفُ لِلْأُصُولِ قَوْلُكُمْ فِي الْوُضُوءِ مِنَ الْقَهْقَهَةِ فِي الصَّلَاةِ خَاصَّةً، وَقَوْلُكُمْ بِأَنَّ الْقَلْسَ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ أَصْلًا إِلَّا إِذَا كَانَ مِلْءَ الْفَمِ، وَقَوْلُكُمْ فِي جُعْلِ الْآبِقِ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا إِذَا كَانَ عَلٰى مَسِيرَةِ ثَلَاثٍ، وَقَوْلُكُمْ فِي عَيْنِ الدَّابَّةِ رُبُعُ ثَمَنِهَا، وَالْوُضُوءِ بِالْخَمْرِ، وَسَائِرِ تِلْكَ الطَّوَامِّ الَّتِي هِيَ بِالْمَضَاحِكِ، وَبِمَا يَأْتِي بِهِ الْمُبَرْسَمُ أَشْبَهُ مِنْهَا بِشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ .

''لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اصول (قیاس) کے خلاف ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ تمہارا جھوٹ ہے، یہ حدیث (اسلام کے) عظیم الشان اصولوں میں سے ایک اصول ہے، قیاس کے خلاف تو تمہاری یہ بات ہے کہ صرف نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے اور یہ بات کہ قے منہ بھر کر نہ ہو، تو بالکل ناقض وضو نہیں، نیز یہ کہنا کہ اگر غلام تین دن کی مسافت بھاگ گیا ہو، تو اس پر چالیس درہم (جرمانہ) ہے، جانور کی آنکھ (ضائع کرنے) میں اس کی کل قیمت کا چوتھائی حصہ (جرمانہ) ہے اور شراب (پختہ نبیذ) سے وضو اور اس جیسے کئی مضحکہ خیز مسائل ہیں کہ بسا اوقات پاگل آدمی بھی ان سے بڑھ کر اسلامی اصولوں سے ملتی جلتی بات کر دیتا ہے۔''

(المُحلّٰی : ٦/٦٧۔٦٨)

اعتراض نمبر۳:

مولانا حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:

''تو جب دودھ ملکِ مشتری (خریدار کی ملکیت) ہے، کیونکہ کھلایا پلایا اس نے

ہے،تو اب اس سے ایک صاع کا مطالبہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟''

(تقریر ترمذی،ص ٦٧٧)

جواب:

یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کا ہے اور آپ کا ہر فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہے، مومنوں کو چاہیے کہ وہ اللہ ورسول کا ہر فیصلہ دل وجان سے قبول کریں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾(الأحزاب : ٣٦)

''کسی مومن مرد اور عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں، تو اس کے لیے کوئی اختیار باقی رہے۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، وہ واضح گمراہ ہو گیا۔''

اگر دودھ دوہنے سے پہلے جانور واپس کر دیا جائے، تو ایک صاع کھجور واپس کرنا ضروری نہیں، یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (٤٦٣ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ فَقِفْ عَلَيْهِ .

''یہ ایسا مسئلہ ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، لہٰذا اسے اختیار کیجئے۔''

(الاستذكار : ٥٣٤/٦، التّمهيد : ٢١٦/١٨)

اعتراض نمبر ٤:

مولانا حسین احمد مدنی صاحب کہتے ہیں:

''امام صاحب (ابوحنیفہ) فرماتے ہیں کہ یہ تصریہ (جانور کے تھنوں میں دودھ روکنا، یہ باور کرانے کے لیے کہ یہ جانور بہت دودھ دینے والا ہے) عیب نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ عقد (لین دین) کا مقتضایہ ہے کہ مبیع (فروخت شدہ جانور) عیوب سے خالی ہو، یہ عیب جو دودھ میں ہے، یہ اس کے ثمرات ومنافع اور زوائد میں ہے، جس کی وجہ سے نفسِ بیع پر کوئی اثر نہیں پڑتا، خواہ دودھ کم ہو یا بہت، لہٰذا بیع کا فسخ کرنا اور مبیع (فروخت شدہ جانور) کا رد کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ یہ بیع لازم ہوگئی، مشتری اور قاضی کو اس کے فسخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

(درس ترمذی، ص ٦٧٥)

جواب:

جانور واپس لوٹانے کا حق نبی کریم ﷺ کا عطا کردہ ہے اور آپ کا عطا کردہ حق کسی سے چھینا نہیں جاسکتا۔ اس بات سے بچہ بچہ واقف ہے کہ جانور کے تھنوں میں دودھ روکنا، یہ باور کرانے کے لیے کہ یہ جانور بہت زیادہ دودھ دینے والا ہے، صریح دھوکا اور عیب ہے، خریدار نے جب جانور خریدا تھا، اس کے دودھ کی زیادتی کو دیکھ کر، جبکہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جانور تو ادا کردہ قیمت کے مطابق بہت کم دودھ دیتا ہے، تو یہ واضح عیب ہے، اس عیب کے باوجود اگر وہ بیع فسخ نہ کرنا چاہے، تو نہ کرے، یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔

اعتراض نمبر ۵:

مولانا حسین احمد مدنی صاحب کہتے ہیں:

''یہ دوسری بات ہے کہ بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والا) باہمی رضا مندی سے رد کرنا چاہیں، تو یہ جائز ہے۔''

(تقریر ترمذی، ص ٦٧٥)

جواب:

یہاں باہمی رضامندی کا کوئی گزر نہیں، مرضی اور رضامندی صرف شریعت کی چل سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خریدار کو ان الفاظ میں اختیار دیا ہے:

إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ .

''اگر چاہے، تو پاس رکھ لے اور اگر چاہے، تو جانور ایک صاع کھجوروں کے ہمراہ واپس کر دے۔''

اگر خریدار اپنا یہ حق استعمال کرنا چاہے، تو بیچنے والے پر فرمان نبوی کے مطابق لازم ہے کہ وہ یہ جانور واپس لے، بصورتِ دیگر حدیث کا مخالف ٹھہرے گا اور گناہگار ہوگا۔

اعتراض نمبر ٦:

مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''یہ حدیث قرآنی ضابطہ ﴿فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ سے متعارض ہے۔ (فتح القدیر: ۱۴۱/۲) یعنی تلف شدہ چیز کا تاوان بالمثل ہوتا ہے، عام اس سے کہ مثل صوری ہو یا معنوی، یعنی قیمت اور ''صاع من تمر'' (ایک صاع کھجوریں) نہ تو مثلِ لبن (دودھ کی مثل) اور نہ قیمتِ لبن ہے۔''

(الکلام المفید، ص۲۷۲۔۲۷۳، خزائن السنن، ص۵۴۸)

جواب:

① حدیث کو قرآن کے معارض قرار دے کر ترک کرنے والی روش اہل سنت کی ہرگز نہیں ہے، بلکہ یہ منکرین حدیث اور معاندین کی روش ہے۔

۞ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''صحاحِ ستہ کی صحیح احادیث میں سے کوئی حدیث قرآنِ کریم کی کسی بھی آیتِ کریمہ کے ہرگز خلاف نہیں، اگر کسی کوتاہ فہم کو صحاحِ ستہ کی کسی حدیث کا قرآنِ کریم کی کسی آیت کریمہ سے تضاد نظر آتا ہے تو وہ اس کی اپنی سوءِ فہم کا نتیجہ ہے۔ ایسا سطحی قسم کا تعارض تو قرآنِ کریم کی بعض آیاتِ کریمات کا آپس میں بھی معلوم ہوتا ہے۔'' (شوقِ حدیث، ص۱۵۳)

اس کے باوجود معلوم نہیں کہ صفدر صاحب کیوں حدیث مصراۃ کو قرآن کے خلاف قرار دے کر ٹھکرا رہے ہیں؟

② اس آیتِ کریمہ کا تعلق عقوبات (تعزیرات) سے ہے، جبکہ اس حدیث کا تعلق اموال کے ساتھ ہے، اموال کا تاوان کبھی بالمثل ہوتا ہے اور کبھی بالمثل نہیں بھی ہوتا۔

③ اگر ایک صاع کھجوریں نہ دودھ کی مثل صوری ہیں، نہ مثل معنوی یعنی قیمت ہیں، تو یہ مثل شرعی ہوئیں، کیونکہ اس دودھ کی مثل رسول اللہ ﷺ نے متعین کی ہے اور جو نبی کریم ﷺ متعین کر دیں، وہاں کسی کو مجال انکار نہیں ہونا چاہئے۔

اعتراض نمبر ۷:

صفدر صاحب مزید لکھتے ہیں:

''یہ حدیث ''الخراج بالضمان'' کی حدیث کے خلاف ہے (ابو داؤد : ۱۳۹/۲ [۳۵۰۸، وسندہٗ حسنٌ]) یعنی جو شخص کسی چیز کے نقصان کو برداشت کرتا ہے تو چیز کا نفع بھی اس کا ہوگا، چونکہ مشتری (خریدار) دودھ دینے والے جانور کا خرچہ اٹھاتا ہے، اس لیے اس کے دودھ کا حقدار بھی وہی ہے، جو عادتاً چارہ کی قیمت سے زیادہ ہوتا ہے، اس کے بدلے میں اسے بائع (بیچنے والے) کو کچھ بھی نہیں دینا پڑتا، جبکہ حدیث المصراۃ میں ''صاع من التمر'' (ایک صاع کھجوروں کا)

دیناپڑتا ہے۔'' (الکلام المفید،ص۲۷۳)

جواب:

① یہ تمام باتیں نبی اکرم ﷺ کے مدنظر تھیں، اس کے باوجود آپ نے ایک صاع کھجوریں بھی دینے کا حکم فرمایا۔ یہ خوامخواہ احادیث میں تعارض پیدا کر کے آسان مسائل کو الجھانے والی بات ہے۔ حدیث ''الخراج بالضمان'' عام ہے اور حدیث مصراۃ خاص ہے، عام اور خاص میں تعارض ہو، تو خاص کو مقدم کرتے ہیں، لہٰذا تعارض ختم ہوا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حدیث مصراۃ کو حدیث ''**الخراج بالضمان**'' کے معارض قرار دیا، تو اس کے جواب میں مولانا انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

أَقُولُ : إِنَّ هٰذَا الْجَوَابَ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ .

''یہ کوئی ٹھوس (تسلی بخش) جواب نہیں۔''

(العَرف الشّذي : ٣٦٨/١)

اعتراض نمبر۸:

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''طعام کی طعام کے ساتھ ''نسیئۃ'' (ادھار) بیع جائز نہیں، دودھ اور تمر (کھجور) کا طعام ہونا، تو واضح ہے اور ''نسیئۃ'' (ادھار) بھی ظاہر ہے کہ دودھ دوہنے کا زمانہ کیا ہے اور ''صاع من التمر'' (ایک صاع کھجوریں) ادا کرنے کا زمانہ کیا ہے؟ اور حدیث المصراۃ اس کے خلاف ہے۔''

(الکلام المفید، ص۲۷۳)

جواب:

یہ بیع (خرید وفروخت) نہیں ہے، بلکہ بیع کے منعقد ہو جانے کے بعد دودھ کی کمی کی

صورت میں ایک عیب ظاہر ہوا ہے، جو بیع کے فسخ کا سبب بنا ہے، اس وقت ایک صاع کھجوریں ادا کرنے کا نبوی حکم ہے، اس کو بیع قرار دینا درست نہیں۔

باقی رہا طعام کی طعام کے ساتھ ادھار بیع کا جائز نہ ہونا، تو اس کا تعلق کچھ اجناس کے ساتھ ہے، دودھ ان اجناس میں شامل نہیں۔

اعتراض نمبر ۹:

مولانا سرفراز صفدر صاحب مزید لکھتے ہیں:

''جزاف (تخمینہ والی چیز) کو مکیل وموزون (جس کا وزن کیا گیا ہو) کے مقابلہ میں بیچنا جائز نہیں ہے اور یہاں دودھ جزاف (تخمینہ والی چیز) ہے اور وہ مجہول ہے اور ''صاع من التمر'' (ایک صاع کھجور) معلوم ہے اور حدیث المصر اۃ اس طے شدہ قاعدہ کے خلاف ہے۔''

(الکلام المفید، ص۲۷۳)

جواب:

جب یہ بیع ہے ہی نہیں، تو طے شدہ قاعدہ کے خلاف کیسے ہوگئی؟ نبوی فیصلے کے مطابق ایک صاع کھجوریں تمام دودھ کا مثل ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۰:

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حدیثِ مصراۃ پہلے کی ہے اور حرمتِ ربا (سود کی حرمت) کا حکم اس کے بعد کا ہے اور چونکہ ربوٰ (سود) حرمت نصِ قطعی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، لہٰذا اس کا حکم منسوخ ہے۔''

(الکلام المفید، ص۲۷۳)

جواب:

امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعویٰ نسخ بلا دلیل ہے، آپ رحمہ اللہ ایسا دعویٰ اکثر کر دیتے ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لٰكِنَّهٗ يَكْثُرُ مِنِ ادِّعَائِهِ النَّسْخَ بِالْاِحْتِمَالِ فَجَرٰى عَلٰى عَادَتِهٖ .

”آپ رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ اکثر اوقات محض احتمال کی بنیاد پر نسخ کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔“

(فتح الباري : ٤٧٨/٩)

❁ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

نَجِدُ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ مِمَّنْ يُخَالِفُ الْحَدِيثَ الصَّحِيحَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ أَوْ غَيْرِهِمْ يَقُولُ : هٰذَا مَنْسُوخٌ وَقَدِ اتَّخَذُوا هٰذَا مَجْنَةً؛ كُلُّ حَدِيثٍ لَا يُوَافِقُ مَذْهَبَهُمْ يَقُولُونَ : هُوَ مَنْسُوخٌ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْلَمُوا أَنَّهٗ مَنْسُوخٌ وَلَا يُثْبِتُوا مَا الَّذِي نَسَخَهٗ .

”ہم نے کثیر تعداد میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب وغیرہ کو پایا ہے، جو صحیح حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے، یہ ان کا وطیرہ ہے کہ ہر حدیث جو ان کے مذہب کے مطابق نہ ہو، بغیر علم کے اس کو منسوخ قرار دیتے ہیں، وہ اس حدیث کا دلیل سے ناسخ بھی ثابت نہیں کر سکتے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : ١٥٠/٢١)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی اس بات پر صریح دلیل ہے کہ یہ حدیث منسوخ نہیں۔

اعتراض نمبر ۱۱:

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نَہٰی عَنْ بَیْعِ الْکَالِئِ بِالْکَالِئِ یَعْنِی الدَّیْنَ بِالدَّیْنِ کے خلاف ہے (طحاوی: ۱۶۹/۲) یعنی نہ تو ابھی تک مشتری (خریدار) نے پورا دودھ وصول کیا اور نہ بائع (بیچنے والے) نے تمر (کھجوروں) کا صاع وصول کیا تو یہ دین بالدین ہے، جس سے نہی آئی ہے، یہ روایت رافع بن خدیج سے بھی مرفوعاً مروی ہے (نصب الرایۃ: ۴۰/۴ عن الطبرانی) اور حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی مرفوعاً مروی ہے، ان کی روایت دارقطنی (۳۱۹)، سنن کبریٰ بیہقی (۲۹۰/۵) وغیرہ۔۔۔''

(الکلام المفید، ص۲۷۳۔۲۷۴)

جواب:

یہ حدیث سنن دارقطنی (۷۱/۳، ح:۳۰۴۱۔۳۰۴۲)، مسند بزار (کشف الاستار: ۱۲۸)، المعجم الکبیر للطبرانی (۴۳۷۵)، السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۹۰/۵)، المستدرک للحاکم (۵۷/۲) میں آتی ہے، اس کی سند ''ضعیف'' ہے، موسیٰ بن عبیدہ زبدی ''ضعیف'' ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّبْذِيَّ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

''ربذی اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: ١٤٨/٤)

دارقطنی اور حاکم کی سند میں موسیٰ بن عقبہ ہے۔

۞ علامہ زیلعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

غَلَّطَهُمَا الْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ الرَّبْذِيُّ .

''امام بیہقی رحمہ اللہ نے دارقطنی اور حاکم رحمہما اللہ کو (موسیٰ بن عقبہ کہنے میں) خطا کار

ٹھہرایا ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ یہ اصل میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی ہی ہے۔''

(نصب الراية : ٤/٤٠)

لہٰذا اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ وغیرہ کا ''صحیح'' کہنا ''درست'' نہیں۔

مصنف عبدالرزاق (٩٠/٨) کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ اسلمی ''ضعیف'' ہے۔

حدیث مصراۃ میں جو تین دن کے اندر اندر واپسی کا اختیار دیا گیا ہے، ان دنوں میں جو دودھ پیا ہے، اس کے عوض میں ایک صاع کھجوریں دے گا۔ یہ دودھ اور کھجوروں کی بیع نہیں ہے، بلکہ نبوی فیصلہ ہے اور فقیہ امت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی اس پر دال ہے کہ حدیث مصراۃ شریعت کی کسی نص کے خلاف نہیں۔

اعتراض نمبر۱۲:

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''اکابر علمائے دیوبند کا اس حدیث پر عمل ہے، فیض الباری (٢٣١/٢)، العرف الشذی (٢٣٦) اور بوادر النوادر (١٠٧) میں ہے کہ حدیث المصراۃ صلح اور مشورہ پر محمول ہے اور صلح و دیانت اور مشاورت مساوات کے قیاسی اصول سے بالاتر معاملہ ہوتا ہے۔'' (خزائن السنن، ص٤٩۔٥٠)

جواب:

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فیصلہ کلیہ اور ضابطہ بنا کر دیا ہے۔ تو اس میں یہ شرط بغیر کسی دلیل کے نہیں لگائی جا سکتی کہ جب بائع اور مشتری راضی ہوں گے، تب کھجوروں کا صاع واپس کرنا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ھ) لکھتے ہیں:

رَدُّ الْمُحْكَمِ الصَّحِيحِ الصَّرِيحِ فِي مَسْأَلَةِ الْمُصَرَّاةِ بِالْمُتَشَابِهِ

مِنَ الْقِيَاسِ، وَزَعْمُهُمْ أَنَّ هٰذَا حَدِيثٌ يُخَالِفُ الْأُصُولَ فَلَا يُقْبَلُ؛ فَيُقَالُ : الْأُصُولُ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهٖ وَإِجْمَاعُ أُمَّتِهٖ وَالْقِيَاسُ الصَّحِيحُ الْمُوَافِقُ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ؛ فَالْحَدِيثُ الصَّحِيحُ أَصْلٌ بِنَفْسِهٖ، فَكَيْفَ يُقَالُ : الْأَصْلُ يُخَالِفُ نَفْسَهٗ؟ هٰذَا مِنْ أَبْطَلِ الْبَاطِلِ، وَالْأُصُولُ فِي الْحَقِيقَةِ اثْنَانِ لَا ثَالِثَ لَهُمَا؛ كَلَامُ اللّٰهِ، وَكَلَامُ رَسُولِهٖ، وَمَا عَدَاهُمَا فَمَرْدُودٌ إِلَيْهِمَا؛ فَالسُّنَّةُ أَصْلٌ قَائِمٌ بِنَفْسِهٖ، وَالْقِيَاسُ فَرْعٌ، فَكَيْفَ يُرَدُّ الْأَصْلُ بِالْفَرْعِ؟ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ : إِنَّمَا الْقِيَاسُ أَنْ تَقِيسَ عَلٰى أَصْلٍ، فَأَمَّا أَنْ تَجِيءَ إِلَى الْأَصْلِ فَتَهْدِمَهٗ، ثُمَّ تَقِيسَ، فَعَلٰى أَيِّ شَيْءٍ تَقِيسُ؟ وَقَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُ مُوَافَقَةِ حَدِيثِ الْمُصَرَّاةِ لِلْقِيَاسِ، وَإِبْطَالُ قَوْلِ مَنْ زَعَمَ أَنَّهٗ خِلَافُ الْقِيَاسِ، وَأَنَّهٗ لَيْسَ فِي الشَّرِيعَةِ حُكْمٌ يُخَالِفُ الْقِيَاسَ الصَّحِيحَ، وَأَمَّا الْقِيَاسُ الْبَاطِلُ فَالشَّرِيعَةُ كُلُّهَا مُخَالِفَةٌ لَهٗ، وَيَا لِلّٰهِ الْعَجَبُ، كَيْفَ وَافَقَ الْوُضُوءُ بِالنَّبِيذِ الْمُشْتَدِّ لِلْأُصُولِ حَتّٰى قُبِلَ وَخَالَفَ خَبَرَ الْمُصَرَّاةِ لِلْأُصُولِ حَتّٰى رُدَّ .

''(احناف نے) مسئلہ مصراۃ میں صحیح وصریح نص کو قیاس کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ حدیث اصول (قیاس) کے خلاف ہے، لہٰذا قبول نہیں کی جائے گی، ان کو جواباً یوں کہا جائے گا کہ اصول تو اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت، اجماعِ امت اور صحیح قیاس کا نام ہے اور صحیح قیاس وہ ہے، جو کتاب وسنت کے مطابق ہو، چنانچہ صحیح حدیث خود ایک مستقل اصل ہے، کیسے کہا جا سکتا

ہے کہ ایک اصل اپنے ہی خلاف ہے؟ یہ باطل ترین بات ہے، درحقیقت اصول دو ہی ہیں، تیسرا کوئی نہیں، یعنی قرآن وحدیث، ان کے علاوہ ہر بات انہی کی طرف لوٹائی جائے گی، معلوم ہوا کہ حدیث اصل ہے اور قیاس فرع ہے، فرع کی وجہ سے اصل کو کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے؟ حالانکہ پہلے حدیثِ مصراۃ کا قیاس کے مطابق ہونا بیان ہو چکا ہے، یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ اسے خلاف قیاس سمجھنا باطل ہے، نیز شریعت کا کوئی حکم قیاسِ صحیح کے خلاف نہیں، رہا قیاسِ باطل تو ساری شریعت ہی اس کے مخالف ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ گاڑھے نبیذ سے وضو کرنا قیاس کے مطابق سمجھ کر کیسے مان لیا گیا اور حدیثِ مصراۃ قیاس کے خلاف سمجھ کر کیسے چھوڑ دی گئی؟''

(إعلام الموقعين : ۳۱۱/۲)

الحاصل:

حدیث مصراۃ سند ومتن ہر لحاظ سے صحیح ثابت ہے اور اس کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔ ان کو اپنے مسلک اور مذہب کے تعصب میں آ کر غیر فقیہ قرار دینا انتہائی ناجائز رویہ ہے اور صحابی رسول کی جناب میں صریح گستاخی ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی اسی صورت احوال پر دل گرفتہ ہو کر کہتے ہیں:

''اکثر مقلدین عوام، بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے، ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا، بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے، پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے، خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو، بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو، بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل

کی وقعت نہ ہو،مگر نصرت مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں، دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح پر عمل کرلیں۔''

(تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی: ۱/۱۳۱)

تو ہم کو چاہئے کہ جب کوئی حدیث نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو جائے۔اس کو تسلیم کریں اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔اسی میں خیر ہے اور یہی سلامتی کا راستہ ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀